روح اور اس کے متعلقات

محمد شہزاد مجددی سیفی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمدللہ خالق الارواح والاجساد۔ وھو قادر علٰی جمع الاضداد۔ والرّحیم الذی رؤف بالعباد۔ وانبت الیہ لماھو اجودالاجواد۔
والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین الذی کان نبیا و آدم بین الماءِ والطین و علٰی الہ الطیبین الطاہرین وصحبہ اجمعین و علٰی سائر الارواح الکاملین۔

اللہ تبارک و تعالٰی نے حضرت انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں سے معزز و مکرم بنا کر اپنی خلافت و نیابت کے لئے منتخب فرما لیا اور ابتدا ہی میں اس کی امتیازی صفات اور خصائص کو باقی مخلوقات پر آشکار فرمایا جن میں پاک اور نورانی فرشتے بھی شامل تھے۔
اس نوازش عظیم کے علاوہ بھی روز اول سے لے کر ابدالاباد تک تمام نفیلتوں اور سعادتوں کو اولاد آدم کے لئے مخصوص اور وقف فرمادیا۔ حتیٰ کہ اپنی ذات و صفات اور کمالات کے ظہور کا آئینہ بھی اس "مشت خاک" کو بنا دیا۔ اور پھر اس "مشت خاک" اور پیکر آب و گل کو نور ایمان سے منور و مزین فرماکر باعث تخلیق کائنات قرار دیا۔
انسان کیا ہے ـــ؟ بظاہر جسم و روح کا سادہ مگر پر وقار مجموعہ اور بباطن اپنے خالق و باری کی ذات و صفات کے ظہور کا چمکدار آئینہ جسے جسم و روح کے ساتھ ساتھ اپنے لئے پیدا کی گئی ہر چیز کی حقیقت کا ادراک حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جو پابند ہے کہ اپنے رب تعالٰی کے فراہم کردہ نور کی رہنمائی میں اس کی تلاش میں نکلے اور اس کی ذات و صفات کا عرفان حاصل کر کے اس کی بارگاہ میں سرخرو ہو۔ کمال یہ ہے کہ منزل معرفت کے تمام راستے انسان کے اپنے وجود میں سے ہو کر نکلتے ہیں' اس لئے فرمایا گیا ہے۔

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ (یحیٰی بن معاذ الرازی) ☆

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو جان لیا۔

دوسرے لفظوں میں انسان کی تفہیم و تعلیم کے لیے اسے اپنی ہی ذات کی گتھیاں سلجھانے اور اپنے ہی وجود کے عقدے کھولنے پر مامور کر دیا گیا ہے۔

سبحان اللہ! کیسا دلچسپ' صبر آزما اور جگر سوز امتحان ہے جس کے آغاز و انجام کا درمیانی دور دلوں کو پاش پاش اور پتوں کو پانی کر دیتا ہے۔

خالق ارض و سماء نے اس کائنات کو دو حصوں میں تقسیم فرما کر ایک حصے کو "عالم خلق" اور دوسرے کو "عالم امر" سے موسوم کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الا لہ الخلق والامر (اعراف : ۵۴) اسی کے لئے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں'

"صوفیہ کرام نے فرمایا ہے' عالم خلق میں عرش کا وجود اور جو کچھ عرش سے نیچے زمین و آسمان میں اور ان کے درمیان موجود ہے سب کچھ شامل ہے۔ اس طرح عناصر اربعہ یعنی آگ' ہوا' مٹی' پانی اور ان سے پیدا ہونے والی سب چیزیں اسی میں شامل ہیں' وہ نفوس حیوانی ہوں' نفوس نباتاتی ہوں' یا معدنی' یہی اجسام لطیفہ ہیں جو ان اجسام کثیفہ میں گردش کر رہے ہیں ان سب کا تعلق عالم خلق سے ہے۔ اور عالم امر سے مراد مجردات ہیں یعنی (لطائف خمسہ) قلب' روح' سر' خفی' اخفی' یہ فوق العرش ہیں اور یہ نفس انسانیہ' ملکیہ اور شیطانیہ میں یوں رچے ہوئے ہیں جیسے سورج کی شعاعیں آئینہ میں ہوتی ہیں۔ لطائف کو عالم امر اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی مادہ سے نہیں بلکہ "امر کن" سے پیدا کیا ہے اور امام بغوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں حضرت سفیان بن عینیہ قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم امر اور عالم خلق دو مختلف چیزیں ہیں' جس نے ان دونوں کو ایک جانا اس نے کفر کیا"۔۔۔ (۱)

عالم امر کی مزید وضاحت :

عالم امر سے مراد وہ امور ہیں جو رب العالمین کی ذات پاک کی طرف سے تدبیر فرمائے جاتے ہیں' اور اس کی کرسی قدرت سے صادر فرمائے جاتے ہیں اور اس کی تمام سلطنت میں چلائے جاتے ہیں۔

عالم امر بہت زیادہ وسعت پذیر ہے اس کی حدود عرش معلی کے نیچے کرسی قدرت سے شروع ہوتی ہیں اور تمام کائنات کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہیں ۔۔۔ (۲)

حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ وجود انسانی کی جامعیت و کاملیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

''آدمی ایک جامعہ نسخہ ہے جو کہ اجزائے عشرہ سے مرکب ہے۔ عناصر اربعہ (آگ' ہوا' مٹی' پانی) اور نفس ناطقہ اور قلب' روح' سر' خفی' اخفی' علاوہ ازیں اعضاء جسمانی و حواس ظاہری ان ہی دس اجزا سے متعلق ہیں۔ اور یہ اجزاء ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ آگ' ہوا' مٹی اور پانی کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا واضح ہے۔ اسی طرح عالم خلق اور عالم امر کا ایک دوسرے سے امتیازی فرق نمایاں ہے۔ عالم امر سے تعلق رکھنے والا ہر لطیفہ ایک کیفیت خاص کا حامل اور ایک منفرد کمال سے وابستہ ہے جبکہ نفس انسانی اپنی خواہش کے تابع ہو کر کسی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کو تیار نہیں ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت و مہربانی نے ان مختلف مزاج اور احوال پر مبنی چیزوں کو اپنی قدرت کاملہ سے ان میں سے ہر ایک کے مزاج و کیفیات کی تیزی کو رد فرما کر ان کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ایک خاص مزاج اور ایکتا ان کو عطا کی ہے۔ مزاج خاص اور اشتراک ترکیبی کے حصول کے بعد اپنی حکمت کاملہ سے اس کو ایک صورت بخشی ہے تاکہ وہ ان متفرق اور متضاد اجزا کی حفاظت کرے۔ اس مجموعہ کا نام اس نے انسان رکھا اور جامعیت اور حصول ہیئت وحدانی کے اعتبار سے اسے استعداد خلافت کی بزرگی سے مشرف فرمایا اور یہ نعمت انسان کے علاوہ کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔

یہ کائنات (عالم اکبر) اگرچہ بڑی ہے لیکن جامعیت سے محروم اور ہیئت وحدانی سے بے نصیب ہے۔ جبکہ یہ خوبی تمام بنی نوع انسان میں یکساں طور پر موجود ہے اور خواص اور عوام اس میں برابر کے شریک ہیں۔

جاننا چاہئے کہ عالم کبیر میں سے بزرگ ترین جز عرش معلیٰ ہے اور اس کی مخصوص تجلی دیگر اجزاء کی تجلیات سے بہت بلند ہے کیونکہ وہ تجلی جامع ہے اور وہ ظہور اسماء و صفات وجوبی جل شانہ' کا مستجمع ہے اور پھر وہ تجلی دائی ہے۔ اس میں پوشیدگی کی گنجائش نہیں ہے۔ اور انسان کامل کا دل جو کہ عرش سے مناسبت رکھتا ہے اور اسے عرش اللہ کہتے ہیں اس تجلی عرشی سے وافر حصہ اور کامل حظ رکھتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ وہ تجلی کلی ہے اور یہ تجلی اس کی نسبت جزوی ہے لیکن قلب کو ایک اور فضیلت حاصل ہے جو عرش مجید کو نہیں ہے اور وہ تجلی والے یعنی حق تعالیٰ کا شعور ہے اور پھر دل

ایک ایسا مظہر ہے جو اپنے ظاہر سے وابستگی رکھتا ہے بر خلاف عرش کے کہ وہ اس وابستگی سے خالی ہے۔ یوں لازما" دل کے لیے اس شعور و وابستگی مقصود کی وجہ سے ترقی ممکن بلکہ ثابت ہے۔

کیونکہ بمطابق حدیث شریف' "المرء مع من احب" (آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھتا ہے) قلب بھی اسی کے ساتھ ہے جس سے وابستگی و فریفتگی رکھتا ہے۔اور اگر دل کی محبت اسماء و صفات تک محدود ہے تو اسماء و صفات کے ساتھ ہے اور اگر عاشق ذات ہے (تعالیٰ و تقدس) تو وہاں کی معیت اسے حاصل ہے اور اسماء صفات کی گرفتاری سے آزاد ہے۔اسکے برعکس عرش مجید پر اسماء و صفات سے خالی تجلی کا ورود ظاہر نہیں ہے ---(۳) .

حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے روح اور اس کے دائرہ کار کے حوالے سے نہایت جامع اور مدلل گفتگو فرمائی ہے۔ شرعی اور عقلی کسوٹی پر روح کے مدارج' ادراکات اور تصرفات کو پرکھنے کے بعد اہل فکر و نظر کو دعوت غور و فکر دی ہے۔ ہمارا مقصد امام رازی کی راہنمائی میں دیگر ائمہ کے تعاون سے روح کے متعلقات کو سلیس انداز سے مزید وضاحت کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ لٰہذا ہم اپنی تحریر و تحقیق کو دائرہ روح تک محدود رکھتے ہوئے آگے چلتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری قدس سرہ فرماتے ہیں :

"اچھی طرح سمجھ لو کہ ہستی روح کا علم ضروری ہے اور اس کی کیفیت سے عقل عاجز ہے۔ عالموں حکیموں نے اگرچہ اپنے قیاس کے مطابق اس بارے میں کچھ نہ کچھ کہا ہے اور کافروں کے طبقات نے بھی اس میں کلام کیا ہے۔ جب یہودیوں کی تعلیم سے کفار قریش نے نضربن حارث کو حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی خدمت میں بھیجا کہ وہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرے تو اللہ تعالیٰ نے حبیب پاک کو اس کے ثابت کرنے کے لیے ارشاد فرمایا :

ویسئلونک عن الروح اقل الروح من امر ربی۔ (الاسراء نمبر ۸۵)

اور وہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ روح میرے رب کا امر ہے۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ روح سرچشمہ حیات ہے۔ جسم اس سے زندہ ہوتا ہے۔

دوسری جماعت والے کہتے ہیں کہ روح ایک جوہر ہے بلاحیات جس کے بغیر زندگی کا وجود روا نہیں ہوتا۔ جیسے جسم بلا روح معتدل نہیں ہوتا---(۴)

روح کا جسم سے دور جاکر بھی اس سے وابستہ اور متعلق رہنا اور اسکے کمال لطافت اور وسعت ادراک کو ظاہر کرتا ہے۔جیساکہ احادیث و روایات میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

حضرت ابوبکر واسطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"روح کے دس درجات ہیں' اول یقینی طور پر گنہگاروں کی روحیں جو مقید ہیں ظلمت کدہ عذاب میں۔ وہ نہیں جانتیں کہ' ان کے ساتھ کیا ہوگا۔ دوسرے ارواح پارسا و زہاد جو آسمانوں میں اپنے اپنے عمل کے بدلے میں خوش و خرم رہ رہے ہیں اور بطاعت الٰہی مسرور ہیں۔ تیسرے ارواح مریدان کہ آسمان چہارم میں لذت صدق اعمال کے ساتھ سایہ اعمال میں ملائکہ کے ساتھ ہیں۔ چوتھے ان کی روحیں جو اہل زمین سے ہیں وہ قنادیل عرش میں رہتی ہیں ان کی غذا رحمت اور انکا مشروب لطف و قربت ہے۔ پانچویں وہ ارواح اہل وفا ہیں جو حجاب صفا و مقام اصطفا میں با عیش و طرب ہیں۔ چھٹے ارواح شہداء' جو مرغان بہشت کے اجسام میں ریاض خلد میں ہیں' وہ جہاں چاہیں سیر کریں۔ ان کے لیے وقت کی قید نہیں۔ ساتویں ارواح مشتاقان ہیں کہ وہ پردہ ہائے انوار صفات میں بساط ادب پر مقیم ہیں۔ آٹھویں ارواح عارفان ہیں کہ وہ کوشک قدس میں رات دن کلام الٰہی سننے میں مست ہیں اور وہ اپنے اماکن و مقام بہشت اور دنیا دونوں دیکھتے ہیں۔ نویں ارواح دوستان خاص ہیں کہ وہ مشاہدہ جمال و مقام کشف میں مستغرق ہیں اور وہ سوائے جمال جمیل کے کسی کو نہیں جانتے۔ یہ محبوب کے جلوے کے سوا کسی سے نیاز مندی نہیں رکھتے۔ دسویں ارواح درویشان ہیں کہ وہ مقام فنا میں مقرب ہیں ان کے اوصاف متبدل اور احوال متغیر ہوتے ہیں ---(۵)

حدیث مبارکہ میں ہے :

ان اللہ خلق الارواح قبل الاجساد بالفی عام ---(۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے روحوں کو اجسام سے دو ہزار سال قبل پیدا کیا۔

علامہ ابن قیم الجوزیہ نے ارواح کے قبل از اجسام ہونے پر کئی اکابرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے لکھا ہے :

"اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ روحیں اجسام سے قبل کی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلوایا اور ان سے گواہی لی ---(۷)

عام اجسام اگرچہ زمین کی خوراک بن جاتے ہیں لیکن ارواح باقی رہتی ہیں۔ دیکھتی ہیں' پہچانتی ہیں۔ خوش و غمگین ہوتی ہیں۔ اور عام حالات میں بھی تمام انسانی جذبات و احساسات کے پیچھے روح کی ہی قوت کار فرما ہوتی ہے۔ یعنی زندہ انسان کی حیات سے متعلق تمام لذتیں اور

راحتیں بھی روح کی مرہون منت ہیں۔
علامہ ابن قیم لکھتے ہیں :

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مقام برزخ کا نمونہ ہمیں دنیا کے اندر ہی دکھا دیا ہے۔ بعض اوقات جب سونے والا خواب میں کوئی ڈراوؤنی بات دیکھتا ہے تو اس سے اس کی روح پریشان ہو جاتی ہے اور اس کا اثر جسم پر بھی پڑتا ہے۔ حالانکہ خواب سے جسم کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سونے والا دیکھتا ہے کہ اسے کسی نے پیٹا ہے' جس کے درد سے وہ چیختا ہے اور جاگ اٹھتا ہے۔ اور پیٹنے کا نشان اور بدن میں اس کی تکلیف موجود ہوتی ہے۔ اور کسی وقت دیکھتا ہے کہ خواب میں اس نے کچھ کھا پی لیا ہے اور بیدار ہونے کے بعد اس کا مزہ منہ کے اندر پاتا ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ تم سونے والے کو دیکھتے ہو کہ وہ نیند کی حالت میں ہی کھڑا ہو جاتا ہے' مارتا ہے' پکڑتا اور دھکیلتا ہے' گویا وہ جاگ رہا ہے۔ حالانکہ اسے کسی بات کا بھی شعور نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب حکم روح پر صادر ہوتا ہے تو وہ خارجی طور پر بدن سے مدد چاہتی ہے۔ تو جس وقت روح کو راحت یا تکلیف پہنچتی ہے اس کا اثر بطریق تبعیت بدن بھی محسوس کرتا ہے' یہی حالِ برزخ کا ہے ۔۔۔ (۸)

صحیحین کی حدیث میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دوگے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سنائے جیسا کہ میں سنتا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو احوال قبور و برزخ کا مشاہدہ بھی کرواتا ہے اور روح کی وسعت و تصرفات کا تماشہ بھی دکھاتا ہے۔

علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں ایسے بے شمار واقعات مستند حوالوں سے نقل کیے ہیں۔

سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں : وہ فرماتے تھے' کہ میں ایک مرتبہ مکہ اور مدینہ کے مابین سفر کر رہا تھا۔ میں اپنی سانڈنی پر سوار تھا۔ پانی کی مشک میرے ساتھ تھی۔ ایک قبرستان میں سے میرا گزر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنی قبر سے نکلا۔ اس کے تمام بدن پر آگ روشن تھی ایک زنجیر اس کی گردن میں پڑی ہوئی تھی۔ مجھے کہنے لگا۔ اے عبداللہ مجھ پر پانی چھڑک دے۔ تو میں بڑا حیران ہوا' کہ اس نے مجھے میرے نام کے ساتھ کیونکر پہچانا۔ اسی لمحے

ایک دوسرا آدمی نکلا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ اے عبداللہ! ہرگز نہ چھڑکنا۔ پھر وہ آدمی زنجیر سمیت قبر میں چلا گیا۔ یہ سب دیکھ کر عبداللہ پر غشی طاری ہوگئی۔ اونٹنی مضطرب ہوکر انہیں ادھر ادھر لیے پھری۔ اس واقعہ کی ہولناکی سے ان کے بال سفید ہوگئے۔ انہوں نے یہ واقعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔۔۔(۹)

کیفیت قبض روح کے بارے میں لکھتے ہیں :

"جس وقت روح نکلتی ہے اس وقت اتنی روشنی ہوتی ہے جیسے سورج چمکتا ہے اور مشک سے بڑھ کر خوشبو ہوتی ہے۔ لیکن حاضرین نہ اس روشنی کو دیکھ سکتے ہیں نہ اس خوشبو کو سونگھ سکتے ہیں۔ پھر یہ روح فرشتوں کے ساتھ جاتی ہے۔ حاضرین اسے بھی نہیں دیکھتے پھر یہ روح لوٹ کر مردے کے کفن، اور بدن کے غسل کو دیکھتی ہے اور لوگوں کے جنازہ لے جانے کا نظارہ کرتی ہے اور کہتی ہے مجھے جلدی لے چلو۔۔۔(۱۰)

روح بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور آدم علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ تمام بنی نوع انسان کی روحیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے روح اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ جس کو خدا نے مریم کی طرف بھیجا، وہ لفظ "کن" تھا۔ اس کلمہ کن سے عیسیٰ وجود میں آئے، نہ کہ عیسیٰ خود کلمہ کن تھے۔ اور کلمہ کن حق تعالیٰ کا قول ہے اور یہ مخلوق نہیں ہے بلکہ غیر مخلوق اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

علامہ ابن قیم اولاد آدم کے اجسام میں روح پھونکنے کے متعلق فرماتے ہیں:

فرشتہ حکم ربی سے اپنی روح کی استعداد کے مطابق بچہ میں روح پھونکتا ہے، فرشتے کے اس پھونکنے سے بچہ میں روح پیدا ہو جاتی ہے۔ پس فرشتہ کی یہ پھونک بچہ میں روح پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے۔ جیسا کہ جماع اور انزال بچہ کے جسم کا سبب بنتا ہے اور غذا اس جسم کی نشوونما کا سبب ہوتی ہے۔ مادہ روح فرشتے کی پھونک ہے اور مادہ جسم رحم میں قطرہ منی ہے۔ پہلا مادہ سماوی اور دوسرا ارضی ہے۔

بعض ایسے ہیں جن پر سماوی مادہ غالب آجاتا ہے۔ ان کی روحیں اعلیٰ مقام کو پہنچ جاتی ہیں اور وہ فرشتوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن میں مادہ ارضیہ یعنی مٹی کے اجزاء غالب ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی روح کم درجہ اور ذلیل ہو جاتی ہے۔ پس فرشتہ

کو روح انسانی کا باپ اور مٹی کو جسم انسانی کی ماں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔
حدیث پاک میں ہے: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔
"روحیں آراستہ و پیراستہ لشکر ہیں' جن میں وہاں تعارف ہوگیا ان میں محبت ہوگئی اور جن میں وہاں اختلاف ہوگیا ان میں یہاں نفرت ہوگئی ۔۔۔ (۱۲)

حضرات صوفیہ کرام کی تحقیق کے مطابق روح کی دو بنیادی قسمیں ہیں:

۱۔ روح حیوانی
۲۔ روح انسانی

روح حیوانی ایک جسم ہے جو لطیف و شفاف اور لذاتہ زندہ ہے اور مادی جسموں کے ساتھ اس طرح ملا ہوا ہے جس طرح سرسبز شاخ میں پانی رچا ہوا ہوتا ہے ۔۔۔ (۱۳)

روح انسانی جسے روح ملکوتی اور لطیفہ روحی بھی کہتے ہیں۔ انسانی وجود کا سب سے اعلیٰ شعبہ ہے۔ اس کے باعث انسان نسخہ جامعہ' عالم صغیر اور مظہر صفات باری تعالیٰ ہے۔

اس کی تعریف میں مذید توضیحی اقوال اکابر محققین کے حوالے سے ہم آگے نقل کریں گے۔
حقیقت وجود انسانی کے حوالے سے اقبال کا یہ شعر قابل غور اور امام فخرالدین رازی علیہ الرحمہ کی تحریر کا خلاصہ ہے۔

اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجود حضرت انساں نہ روح ہے نہ بدن

روح کا تعلق ابتدائی طور پر روح حیوانی سے ہوتا ہے اور روح حیوانی کا تعلق قلب سے ہے' اس طرح سے جسم میں روح حیوانی کی وساطت سے روح انسانی کا تعلق قلب سے ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دماغ سے ہے جو کہ غلط ہے۔ مشائی یعنی ارسطو کے مقلدین جن کا فلسفہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ منضبط شکل میں ہم تک پہنچا ہے وہ دو لفظ استعمال کرتے ہیں۔ نفس اور عقل جن میں سے نفس روح اور عقل اس کی ایک شاخ ہے۔ نفس کا مسکن یا تعلق قلب سے ہے۔ اس خیال کی تائید اس عملی تجربہ سے بھی ہوتی ہے کہ دل کی حرکت بند ہو جانے سے انسانی موت واقع ہو جاتی ہے مگر دماغ کے خراب ہو جانے سے انسان مرتا نہیں۔ گویا انسانی جسم کی ساخت بھی اس رائے کی موید ہے کہ روح قلب میں رہتی ہے دماغ میں نہیں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ روح حیوانی کا تعلق قلب سے ہے اور روح حیوانی بمنزلہ سواری کے

ہے اور روح انسانی اس پر سوار ہے۔ اس لحاظ سے روح انسانی کا تعلق بھی قلب سے ثابت ہوگا۔ صوفیہ کرام بھی قلب ہی کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور بعض اوقات قلب کہہ کر اس سے روح مراد لی جاتی ہے۔ بندہ کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور یہ تمام اسرار الہیہ کا مرکز اور تمام اعیان و مخلوقات کے دوائر کا احاطہ کرنے والا ہے۔

قرآن کریم بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب پر نازل ہوا' ارشاد باری ہے

نزل بہ الروح الامین علی قلبک ---- (۱۴)

اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا آپ کے قلب پر۔

قلب سے مراد صوفیہ کرام قلب صنوبری نہیں لیتے بلکہ وہ لطیفہ نورانی قلب ہوتا ہے جس کا تعلق قلب صنوبری سے ہے۔

روح حیوانی ہی کے قلب سے بے تعلق ہو جانے کا نام موت ہے۔ اس بے تعلقی سے انسان کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے جو درخت کی جڑیں کاٹ دینے کے بعد درخت کی ہو جاتی ہے کہ اس کا تغذیہ بند ہو جاتا ہے اور وہ خشک ہو کر گل سڑ جاتا ہے یعنی مرجا تا ہے۔ چنانچہ طبیب یہی کہتے ہیں کہ اس بخار لطیف کا اصلی معدن قلب و دماغ و جگر ہے۔ بس اسی میں طب کی تدبیر کا تصرف جاری ہوتا ہے۔

اس کے ماورئی جو روح انسانی ہے اس تک نہ طبیب پہنچ سکتا ہے نہ ڈاکٹر اور نہ ہی سائنس کی نگاہ اس حد تک پہنچتی ہے۔ اس کی غذا بھی الگ اور اس کی زندگی و موت بھی الگ ہے۔ تصوف کا موضوع اصلاح باطن ہے اور اس کا مدار اصلاح قلب پر ہے کیونکہ اصلی مکلف قلب ہے' مخاطب قلب ہے' عالم' متکلم' فاہم قلب ہے۔ سمع و بصر رکھنے والا قلب ہے۔ ماخوذ قلب ہے۔ باقی بدن سے اس کا تعلق صرف تدبر و تصرف کا ہے۔ آنکھیں اور کان قلب کے جاسوس ہیں۔ زبان قلب کی ترجمان ہے۔ اصل انسان اور بدن کا بادشاہ قلب ہے۔ اسی طرح عقل کا مقام بھی قلب ہے۔

ارشاد باری ہے۔

فتکون لھم قلوب یعقلون بھا --- (۱۵)

ان کے دل ہوتے کہ ان سے سمجھنے لگتے۔ مرکز تقویٰ بھی قلب ہے۔

اولئک الذین امتحن اللّٰہ قلوبھم للتقویٰ --- (۱۶)

( ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے۔
فانہ نزلہ علی قلبک --- (۱۷) بے شک اس نے قرآن کو آپ کے قلب پر نازل کیا ہے۔
ثابت ہوا کہ حقیقت میں مخاطب قلب ہے۔ کیونکہ یہی مقام تمیز و اختیار کا ہے اور باقی اعضاء اس کے ماتحت ہیں۔
ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب --- (۱۸)
تحقیق اس میں اس شخص کے لیے بڑی نصیحت ہے جس کے پاس قلب ہو۔ جزا و سزا کا تعلق بھی احوال قلب سے ہے۔
ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم --- (۱۹)
لیکن مواخذہ فرمائیں گے اس چیز پر جو تمہارے دلوں نے کمائی ہے۔ علم و فہم کی ضد کی نسبت قلب کی طرف ہے۔
ختم اللہ علی قلوبھم۔ (۲۰) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔
وقالوا قلوبنا غلف۔۔(۲۱) اور انہوں نے کہا ہمارے دلوں پر پردہ ہے۔
بل ران علی قلوبھم۔(۲۲) بلکہ ان کے دلوں پر غبار ہے۔
لھم قلوب لا یفقھون بھا۔(۲۳) ان کے دل ہیں، مگر وہ اس سے سمجھتے نہیں۔
لہٰذا ثابت ہوگیا کہ جہالت و غفلت کا مقام قلب ہے۔

"ایمان کا مرکز قلب"

اولئک کتب فی قلوبھم الایمان --- (۲۴)
( ) وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے۔

"قلب کی بیماری اور علاج"

گناہوں کی وجہ سے قلب اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے :
و من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی۔ (بنی اسرائیل : ۷۲)
یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔
یہ اندھا پن ظاہری آنکھوں کا نہیں کیونکہ ظاہری آنکھوں سے اندھا قیامت میں بینا ہو جائے گا۔ اس کی تشریح میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فانها لا تعمی الا بصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور ---(۲۵)

تحقیق آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

جس طرح جسم کی بیماری کو دور کرنے کے لئے طبیب جسمانی کے پاس جانا پڑتا ہے اسی طرح اس روحانی بیماری کے لیے معالج روحانی کے پاس جانا پڑے گا۔ وہ جب اس کا علاج ذکر و فکر اور توجہ باطنی سے کرے گا تو وہ قلب سقیم قلب سلیم بن جائے گا اور یہی قلب سلیم اخروی فلاح کے لئے راس المال بن جاتا ہے۔

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللّٰہ بقلب سلیم ---(۲۶)

روز قیامت نہ مال کام آئے گا نہ اولاد مگر وہ (فائدہ میں ہے) جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے گا۔

قلب سلیم ہونے کے لئے دو شرائط ہیں : اول صحت از امراض --- قرآن مجید نے قلب کے امراض کفر' شرک' شک' اور خواہشات کے اتباع کو قرار دیا ہے۔ ان امراض سے صحت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ کسی کامل روحانی معالج سے علاج کرایا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قلب کو غذائے صالح بہم پہنچائی جائے جس طرح غذائے صالح سے جسم انسانی صحت مند اور قوی ہو جاتا ہے۔ اس طرح قلب کی صحت اور قوت کے لئے بھی غذائے صالح درکار ہے مگر قلب کی غذا جسم کی غذا سے مختلف ہے' قلب کے لئے غذا کی نشان دہی یوں کی گئی ہے۔

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب ---(۲۷)

سنو! ذکر الٰہی سے ہی قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔

دوائے قلب اور غذائے روح عارفین کاملین کی بارگاہ کے سوا کہیں سے نہیں ملتی ---(۲۸)

ارشاد باری تعالٰی ہے :

قالو ا امنا بافواھھم ولم تو من قلوبھم ---(۲۹)

( ) وہ زبانوں سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل ایمان قبول نہیں کرتے۔

قرآن عظیم الشان میں یہ ان لوگوں کے لئے آیا ہے جو کفر کی طرف جلد راغب ہونے والے ہوتے ہیں اور یہ منافق کی واضح نشانی ہے۔ جس شخص میں یہ کیفیت پائی جائے اسے سمجھ لینا

چاہئے کہ وہ منافق ہے۔ منافقت بھی روحانی امراض میں سے ہے اور یہ کفر کی طرف لے جانے والی بیماری ہے۔ منافقت کو ملاوٹ' دوغلاپن اور تضاد قول و فعل جیسے الفاظ کے ذریعے واضح کیا جا سکتا ہے اور یہ ملاوٹ یا خرابی اگر عقاید میں ہو تو کفر ہے بصورت دیگر یعنی اعمال میں پائی جائے تو بد ترین روحانی مرض ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فی قلوبھم مرض (البقرۃ) "ان کے دلوں میں بیماری ہے"۔

حضرت محبوب سبحانی قیوم زمانی سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الاقدس فرماتے ہیں :

یہ بات حکماء کے نزدیک ثابت ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے صحت یاب نہ ہو جائے کوئی غذا اسے فائدہ نہیں دیتی اگرچہ بھنا ہوا مرغ ہی کیوں نہ ہو بلکہ ایسی صورت میں مرض کو مزید بڑھا دیتی ہے۔

ہرچہ گیرد علتی علت شود ـــــ علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے

پس پہلے اس کی مرض کے دور کرنے کا فکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں۔

پس آدمی جب تک مرض قلبی میں مبتلا ہے "فی قلوبھم مرض" کوئی عبادت و طاعت اس کو فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ اس کے لئے مضر ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

رب تال للقرآن و القرآن یلعنه

بعض لوگ قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

و رب صائم لیس له من صیامه الاالجوع و الظماء

بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ ان کے نصیب میں نہیں ہوتا۔ خبر صحیح ہے ـــ (۳۰)

قلبی بیماریوں کا علاج کرنے والے طبیب یعنی مشائخ کرام بھی پہلے بیماری کو دور کرنے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے' بلکہ اپنے نفس کی خدمتگاری ہے' کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے اگر اولاد سے محبت رکھتا ہے تو اپنے لئے اور اگر مال و حکومت اور جاہ و منصب کی خواہش کرتا ہے تو اپنے

لئے۔ پس در حقیقت اس کا معبود اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔ لہٰذا جب تک نفس اس قید سے آزاد نہ ہو جائے تب تک نجات کی امید مشکل ہے۔ پس دانشمند اطباء اور صاحب بصیرت علماء پر اس مرض کے دور کرنے کا فکر لازم ہے ---(۳۱)

روح کی حقیقت اور دائرہ کار کے حوالے سے مزید تصریحات اکابر محققین کے ارشادات کی روشنی میں پیش کی جاتی ہیں۔

جیسا کہ آپ گزشتہ سطور میں روح حیوانی اور روح انسانی کا تذکرہ ملاحظہ فرما چکے ہیں، اس تناظر میں روح انسانی اور روح اعظم کا تعارف مزید وضاحت کے طور پر کروایا جانا مناسب ہوگا۔

علامہ سید الشریف الجرجانی الحنفی (متوفی ۸۲۶ھ) لکھتے ہیں:

الروح الاعظم :۔

روح اعظم وہ عظیم انسانی روح ہے جو ذات باری تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا مظہر ہے۔ اس لئے کسی ڈھونڈنے والے کے لئے اس کی تلاش ممکن نہیں اور نہ ہی کسی خواہشمند کے لئے اس تک رسائی حاصل کرنا اتنا آسان ہے۔ اس کی حقیقت کو سوائے رب تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس مقام سے (کلیتہ") کوئی اور آشنا ہے۔ اس کو "عقل اول" "حقیقت محمدیہ" "نفس الوحدۃ" اور حقیقت اسمائیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ پہلا وجود ہے جسے حق تعالیٰ شانہ نے اپنی صورت پر پیدا کیا۔ یہی خلیفہ اکبر اور جوہر نورانی ہے جس کی جوہریت مظہر ذات اور نورانیت اس کے علم کی مظہر ہے۔

جوہریت کے لحاظ سے اس کو "النفس الواحدۃ" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور نورانیت کے اعتبار سے "عقل اول" کہا جاتا ہے۔

جس طرح عالم کبیر (کائنات) میں اس کے مختلف مظاہر اور اسماء ہیں مثلاً" عقل اول، قلم اعلیٰ، نور، نفس کلیہ، لوح محفوظ وغیرہ ایسے ہی عالم صغیر یعنی وجود انسانی میں بھی صوفیہ کرام کی اصطلاحات کے مطابق اس کے مظاہر و اسماء بلحاظ مراتب و ظہورات پائے جاتے ہیں جیسے سر، خفی، روح، قلب، کلمہ، روع فوائد، عقل اور نفس وغیرہ ---(۳۲)

الروح الانسانی :۔

روح انسانی ایک لطیفہ نورانی ہے جو علم و ادراک رکھتا ہے اور یہ روح حیوانی پر سوار ہے۔

اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور عقلیں اس کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہیں۔ یہ روح کبھی بدن سے ملی ہوتی ہے اور کبھی جدا رہتی ہے۔۔۔ (۳۳)

حجتہ السلام سیدنا امام محمد غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

روح عرض نہیں ہے کہ بدن میں حلول کرے جیسا کہ سیاہی کا حلول سیاہ چیز میں اور علم اور عالم میں ہوتا ہے بلکہ وہ تو جوہر ہے کیونکہ اپنے آپ اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور معقولات کا ادراک رکھتی ہے اور عرض میں یہ صفتیں نہیں ہوتیں۔ اور وہ جسم بھی نہیں کیونکہ جسم تقسیم کو قبول کرتا ہے اور روح منقسم نہیں ہوتی۔

جب تم نے یہ سمجھ لیا کہ روح ایک غیر منقسم شے ہے اب دو حال سے خالی نہیں یا تو ذی مکاں ہوگی یا لامکاں۔ اس کا ذی مکاں ہونا تو باطل ہے کیونکہ جو چیز ذی مکان ہوتی ہے تقسیم قبول کرتی ہے اور جزء لا یتجزی (یعنی ایسا جزء کہ ذی مکان تو ہو مگر تجزیہ و تقسیم قبول نہ کرے) دلائل عقلیہ اور ہندسیہ سے باطل ہے۔۔۔ (۳۴)

اس طرح روح نہ تو بدن میں داخل ہے نہ خارج' نہ بدن کے ساتھ متصل ہے نہ منفصل کیونکہ یہ صفتیں جسم میں ہوتی ہیں اور روح جسم نہیں۔ لہٰذا دونوں ضدوں سے الگ ہوئی۔ جیسا کہ پتھر نہ تو عالم ہے نہ جاہل کیونکہ علم اور جہل کے لئے حیات چاہیئے جب حیات ہی نہیں تو علم اور جہل بھی نہیں۔

اس طرح روح محلوں میں حلول کرنے اور جسموں کے ساتھ متصل ہونے اور جہتوں کے ساتھ مختص ہونے سے پاک ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں اجسام اور اعراض کی صفتیں ہیں وہ جسم اور عرض نہیں وہ تو ان عوارض سے پاک ہے۔

یہ بھی تم نے جان لیا کہ روح جہت اور مکان سے پاک ہے اور تمام اشیاء کے علم اور اطلاع کی اس کو قوت ہے اور یہ مناسبات جسمانی شے میں نہیں ہوتیں۔ پس انہی مناسبات کی وجہ سے حق تعالیٰ نے روح کو اپنی طرف نسبت کیا اور من روحی فرمایا۔۔۔ (۳۵)

یہاں یہ بھی جان لینا چاہیئے کہ روح اپنے علوم و ادراک اور تصرفات کے اظہار کے لئے حواس جسمانی کی محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بہت ساری ان چیزوں کو اس حال میں بھی جانتی ہے جو غیر محسوس ہیں اور ظاہری اعضاء و حواس ان کے ادراک سے قاصر ہیں۔

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔۔۔ (۳۶)

بے شک اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

اس حدیث پاک کی شرح میں امام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں :

اس حدیث نبوی میں صورت سے معنوی صورت مراد ہے۔ اس میں روح کے ان مناسبات مذکورہ کی طرف اشارہ ہے جن کا خدا کی ذات' صفات اور افعال کی طرف رجوع اور منتہا ہے کیونکہ روح کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بذات خود نہ تو عرض ہے نہ جوہر متحیز' اور نہ جسم نہ اس کا کسی جہت اور زمان میں حلول ہے اور نہ وہ بدن کے ساتھ متصل ہے نہ منفصل۔ نہ وہ عالم کے اجسام میں داخل ہے نہ خارج۔ سو یہ سب کی سب ذات الٰہی کی صفات ہیں اور روح کی صفتیں یہ ہیں کہ حی' عالم' قادر' مرید' سمیع' بصیر اور متکلم ہے اور حق تعالیٰ میں بھی یہی صفتیں ہیں۔ اسی طرح روح کے افعال یہ ہیں کہ شروع فعل انسانی ارادہ سے ہوتا ہے۔ جس کا پہلا اثر دل پر ظاہر ہوتا ہے' پھر روح حیوانی کے وسیلہ سے کہ وہ ایک بخار لطیف ہے دل کے درمیان سرایت کر کے دماغ کو پہنچتا ہے۔ پھر وہاں سے پٹھوں کی طرف جاتا ہے جو دماغ سے خارج ہیں۔ پھر پٹھوں سے اوتار اور رباطات کی طرف جاتا ہے جو عضلات سے متعلق ہیں۔ پھر اس سے رگیں کھینچی جاتی ہیں تو اس سے انگلیاں حرکت کرتی ہیں اور انگلیوں سے مثلاً" قلم کو حرکت ہوتی ہے اور قلم سے سیاہی کو تو سیاہی سے کاغذ پر جس صورت کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا وہ صورت ویسی ہی لکھی جاتی ہے جیسا کہ خزانہ خیال میں متصور تھی۔ کیونکہ جب تک مکتوب کی صورت اول خیال میں متصور نہ ہو کاغذ پر اس کا لکھنا ممکن نہیں۔ ایسے ہی جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کے پیدا کرنے کی کیفیت میں غور کیا کہ نباتات اور حیوانات کو آسمان اور ستاروں کی حرکت کے ذریعہ سے پیدا کیا اور آسمان اور ستاروں کو فرشتوں سے حرکت دلائی تو جان لے گا کہ انسان کا تصرف عالم اصغر یعنی بدن میں ایسا ہی ہے جیسا کہ خالق اکبر کا تصرف عالم اکبر میں۔ اور معلوم کرے گا کہ انسان کا دل بااعتبار اس کے تصرف کے بمنزلہ عرش ہے اور دماغ بمنزلہ کرسی ہے اور حواس بمنزلہ ملائکہ کے جو بالطبع اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں یعنی جن کی جبلی عادت خدا کی اطاعت ہے اور امر کے خلاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور پٹھے اور اعضاء انسان کے بمنزلہ آسمانوں کے ہیں اور اس کی انگلیوں کی طاقت بمنزلہ طبیعت کے ہے جو جسموں میں گڑی ہوئی اور جمی ہوئی ہے اور سیاہی بمنزلہ عناصر کے ہے کہ جمع اور ترکیبیں و تفریق کے قبول کرنے کے لئے اصل ہیں اور انسان کے خیال کا خزانہ بمنزلہ لوح محفوظ کے ہے۔ اب جو کوئی ان مناسبات کی حقیقت پر مطلع ہو گا وہ

حدیث نبوی کے مفہوم کو سمجھ لے گا۔۔۔ (۳۷)

"روح ملائکہ اور روح انسانی" :

انسان اور فرشتے میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ فرشتہ روح محض ہے اور انسان مجموعہ جسم و روح۔ اسی طرح انسان میں روح حیوانی ہے جو بدن کے نظام کو چلاتی ہے لیکن فرشتہ روح حیوانی کے بغیر تفویض کئے گئے امور کو سرانجام دیتا ہے۔ انسانی روح میں اور دیگر تمام مخلوقات کی ارواح میں بلحاظ علم و ادراک اور لطافت کے کافی فرق پایا جاتا ہے۔

بعض امور کی انجام دہی کے لئے ملائکہ جسم اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت جبرائیل امین علی نبینا و علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں تشریف لائے۔ اس کے علاوہ حضرت بی بی مریم سلام اللہ علیہا کے پاس انسانی صورت میں تشریف لائے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا۔۔۔ (۳۸)

"ہم نے بھیجا اس کی طرف اپنی روح کو پس وہ ہو گیا اس کے سامنے بشر کی مانند"

ایسے ہی بعض کاملین کی ارواح بھی مختلف اجسام اختیار کر کے اللہ کے حکم سے بعض تکوینی امور سرانجام دیتی ہیں۔

حضرت سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس و حضرت خضر علی نبینا و علیہما الصلواۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ اسی روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتے ہیں۔۔۔ (۳۹)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مذید فرماتے ہیں :۔

جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہو کر عجیب و غریب کام کریں تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت بخش دیں تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ اور دوسرے بدن کی ان کو کونسی حاجت ہے۔ اس قسم کی ہیں وہ حکایتیں جو بعض اولیاء اللہ

سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف امور ان سے وقوع میں آتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہو کر اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس عزیز (حضرت مجدد الف ثانی ہی مراد ہیں) کا حال ہے جو ہندوستان میں مقیم ہے اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں نکلا۔ مگر بعض لوگ حضرت مکہ معظمہ سے آ کر کہتے ہیں کہ ہم نے اس عزیز کو حرم کعبہ میں دیکھا اور ہمارے اور اس کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہم نے اسے روم میں دیکھا اور بعض بغداد میں دیکھ کر آتے ہیں۔ یہ سب اس عزیز کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس عزیز کو اس بارے میں اطلاع بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور فوت شدہ بزرگوں سے مصیبت و پریشانی کے وقت مدد طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان کی بلا کو دفع کیا ہے اور ان بزرگوں کو اس معاملے کی اطلاع کبھی ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ یہ بھی ان بزرگوں کے لطائف کی شکلیں ہیں۔ یہ شکلیں کبھی عالم ظاہر میں ہوتی ہیں کبھی عالم مثال میں۔ جس طرح ایک ہی رات میں ہزار آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں اور استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و لطائف کی مثالی صورتیں ہیں۔ اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ حاصل کرتے ہیں اور مشکلات کو حل کرتے ہیں ۔۔۔ (۴۰)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ "اذا جاء احدکم الموت ۔۔۔ (الخ) کی تفسیر میں ملک الموت عزرائیل علیہ السلام کی باذن اللہ قوت و تصرف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکذلک یجعل لنفوس بعض اولیائہ فانھم یظھرون ان شاء اللّٰہ تعالٰی فی ان واحد فی امکنتہ شتے با جسادھم المکتسبتہ ۔۔۔ (الخ ۔ ۴۱)

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص ولیوں کی ارواح کو یہ قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ اللہ کی قدرت سے ایک لمحے میں مختلف مقامات پر مثالی جسموں کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی تو میں نے آپ کی روح اقدس کو ظاہر اور عیاں دیکھا۔ اور عالم ارواح میں نہیں بلکہ عالم محسوسات سے قریب جو عالم مثال ہے۔ میں نے اس میں آپ کی روح کو دیکھا۔ چنانچہ اس وقت

میں سمجھا کہ عوام مسلمانوں کا یہ جو کہنا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نمازوں میں تشریف لاتے ہیں اور نمازیوں کے امام بنتے ہیں اور اس طرح جو وہ اور باتیں کہتے ہیں وہ سب اسی نازک مسئلہ سے متعلق ہیں۔

بعد ازاں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند مرتبہ اور مقدس قبر کی طرف بار بار توجہ کی تو آپ میرے سامنے لطیف در لطیف صورت میں ظہور فرما ہوئے۔ چنانچہ کبھی آپ مجرد عظمت و جلال کی صورت میں ظہور فرماتے اور کبھی جذب و شوق اور انس و انشراح کی صورت میں نظر آتے۔ کبھی اس طرح کی جاری و ساری صورت میں ظاہر ہوتے کہ مجھے خیال ہوتا کہ تمام کی تمام فضا آپ کی روح مبارکہ سے بھری ہوئی ہے اور آپ کی روح اس فضا میں تیز ہوا کی طرح یوں حرکت کر رہی ہے کہ دیکھنے والا اس میں اتنا محو ہو جاتا ہے کہ وہ اس کی موجودگی میں دوسری لطافتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ نیز میں نے یہ محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار مجھے اپنی وہ صورت مبارک دکھاتے ہیں جو آپ کی اس دنیا کی زندگی میں تھی اور آپ مجھے اپنی یہ صورت اس حالت میں دکھا رہے تھے جب کہ میری تمام توجہ آپ کی روحانیت کی طرف تھی' نہ کہ آپ کی جسمانیت کی طرف۔ اس سے میں یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی روح جسمانی شکل میں صورت پذیر ہو سکتی ہے ---(الخ ۔ ۴۲)

روح کے متعلق مباحث کو سمیٹتے ہوئے ہم ایک مرتبہ پھر روح کی تعریف اور اصلیت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عقائد اسلام کی معتبر اور معروف کتب میں سے ایک کتاب "التمہید فی بیان التوحید" میں امام محمد بن سعید المعروف ابو شکور السالمی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

اجمع المسلمون علی ان الروح مخلوق محدث الا انه لا فناء له فانه کما خرج من الجسد فان ارواح المتقین تکون فی دار النعیم کما قال اللّٰه تعالیٰ ان کتاب الابرار لفی علیین ○ وارواح المجرمین فی دار الجحیم کما قال اللّٰه تعالیٰ کلا ان کتاب الفجار لفی سجین ○ ثم یعود الروح الی جسده ویقوم للحساب بامر اللّٰه تعالیٰ یوم التناد فیکون فی الجنته او فی النار مع جسده ○ --- (۴۳)

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے اور پیدا کی گئی ہے مگر اس کے لئے فناء نہیں ہے۔ پس جب یہ بدن سے خارج ہوتی ہے تو پرہیز گاروں کی روحیں جنت میں پہنچ جاتی ہیں جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ نیکو کار بلاشبہ مقام علیین میں ہونگے جبکہ گناہ گاروں کی روحیں جہنم میں

چلی جائیں گی جیسا کہ فرمان الٰہی ہے کہ نافرمان بلاشبہ مقام سجین میں ہونگے۔ پھر روح جسم کی طرف دوبارہ لوٹ آتی ہے اور اللہ کے حکم سے روز قیامت حساب کے بعد جنت یا دوزخ میں مع الجسم جائے گی۔

اعمال میں روح و جسم کی شراکت کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ ابو شکور السالمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔

ولا ن الاجساد اشترکت بالروح فی الذنب فکذلک یوجب الا شتراک فی الجزاء و الدلیل علیہ قولہ تعالٰی "یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسھا" یعنی النفس تجادل مع الروح بان الذنب منک وقولہ تعالٰی ثم انکم یوم القیامتہ تختصمون ذکر فی التفسیر ان الروح یخاصم الجسد و الجسد یخاصم الروح۔

وروی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ' انہ قال

ان اللہ تعالٰی خلق الارواح من النور والنار والریح خلق الارواح الادمیین من النور وخلق ارواح الشیاطین من النار و ارواح الطیور من الریح --- (۴۴)

ترجمہ :۔ اجسام گناہ میں روح کے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ یونہی سزا میں بھی دونوں کی شراکت لازم ہے۔ اس پر قرآن عظیم الشان کی یہ آیت دلیل ہے۔

ترجمہ :۔ جس دن ہر نفس اپنے نفس سے جھگڑا کرے گا یعنی جسم روح کے ساتھ لڑے گا۔ ایک کہے گا کہ گناہ تو نے کیا تھا اور دوسرا کہے گا کہ گناہ تو نے کیا تھا۔ ارشاد باری ہے۔

"پھر بے شک تم لوگ قیامت کے دن جھگڑتے ہو گے"

اس کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جسم روح سے جھگڑے گا اور روح جسم سے لڑے گی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے روحوں کو نور' آگ اور ہوا سے پیدا کیا ہے۔ انسانوں کی ارواح کو نور سے' شیاطین کی روحوں کو آگ سے اور پرندوں کی روحوں کو ہوا سے پیدا فرمایا ہے۔

خاتم الحفاظ علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے مشہور قول ("من عرف نفسہ فقد عرف ربہ") کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے بعض اکابر صوفیہ کے نہایت قیمتی اور اہم ارشادات نقل فرمائے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک بزرگ کی تحقیق نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"حضرت شیخ عز الدین قدس سرہ فرماتے ہیں۔ اس قول سے متعلق رازوں میں سے ایک راز مجھ پر کھلا ہے جس کا اظہار ضروری اور اس کی توصیف مستحسن ہے۔ وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس لطیف روح کو جو لطیفہ لاہوتی ہے اس پیکر جسمانی میں رکھا ہے جو ناسوتی آلائشوں سے اٹا پڑا ہے۔ یہ بھی اس کی وحدانیت اور ربانیت کی ایک دلیل ہے۔ اس مثال سے استدلال کی مزید دس وجوہات ہیں۔

اول :۔ چونکہ پیکر جسمانی کسی منتظم اور مہتمم کا محتاج تھا اور روح اس کے لئے سبب تحریک بھی ہے اور ذریعہ تنظیم بھی۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس کائنات کا بھی کوئی بنانے اور چلانے والا لازمی ہے۔

دوم :۔ کیونکہ اس نظام جسمانی کو چلانے والی روح ایک ہے' اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ اس کائنات کا چلانے والا بھی ایک ہی ہے اور اس نظام تکوینی و تدبیری میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اور یہ کسی طور جائز ہی نہیں کہ اس سلطنت میں اس کا کوئی ہمسر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لو کان فیہما آلھۃ الا اللہ لفسدتا۔۔۔ الانبیاء: ۲۲

اگر اللہ کے علاوہ اس کائنات میں دو خدا ہوتے وہ آپس میں جھگڑتے۔

حق تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے۔

قل لو کان معہ الھتہ کما یقولون اذا لا بتغوا الی ذی العرش سبیلاً۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیرا۔۔۔ (الاسراء: ۴۲ ۔ ۴۳)

ترجمہ :۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ بھی عرش پر پہنچنے کی کوئی راہ ڈھونڈ نکالتے۔ اس کی ذات پاک و برتر ہے ان کی باتوں سے اور وہ بہت بلند ہے۔

فرمان باری ہے :۔

وما کان معہ من الہ اذا لذھب کل الہ بما خلق و لعلا بعضھم علی بعض سبحان اللہ عما یصفون ○ ۔۔۔ (المومنون ۔ ۹۱)

ترجمہ :۔ اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا اور ضرور ایک دوسرے پر اپنی بڑائی چاہتا۔ مگر اس کی ذات پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بناتے

ہیں۔

سوم :۔ اسی طرح بدن میں ہونے والی ہر حرکت کے پیچھے روح کی قوت ارادی کام کر رہی ہے اور یہ حرکت روح کے لئے ہی ہوتی ہے، معلوم ہوا کہ کوئی صاحب اختیار ہے جو اپنے دائرہ تکوین میں تصرف کر رہا ہے اور خیر یا شر سے متعلق ہونے والی کوئی حرکت بھی ایسی نہیں جو اس کے ارادے، تخلیق اور تقدیر کے تحت نہ ہو۔

چہارم :۔ یونہی جسم کا کوئی عضو ایسا نہیں جس کی نقل و حرکت کا علم اور شعور روح کو نہ ہو۔ جسم کی کوئی نقل و حرکت ایسی نہیں جو روح سے پوشیدہ ہو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ بھی ذات باری سے مخفی نہیں ہے۔

پنجم :۔ جیسا کہ جسم کا کوئی حصہ دوسرے جز کی نسبت روح سے زیادہ قریب نہیں۔ البتہ روح جسم کے ہر عضو کے قریب ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ہر چیز کے قریب ہے لیکن کوئی چیز دوسری کی نسبت اس سے زیادہ قریب یا زیادہ دور نہیں ہے اور یہ قرب و بعد فاصلے کے معنی میں نہیں ہے کیونکہ وہ ذات اس سے پاک ہے۔

ششم :۔ کیونکہ روح جسم کے وجود سے پہلے بھی موجود تھی اور اس کے فنا ہونے کے بعد بھی موجود رہے گی۔ لہٰذا ہم نے جانا کہ پروردگار عالم مخلوقات کے وجود سے پہلے بھی موجود تھے اور اس کے بعد بھی لازوال شان و عظمت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ موجود رہیں گے۔

ہفتم :۔ کیونکہ روح کے جسم میں ہونے کے باوجود اس کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی لہٰذا معلوم ہوا کہ خالق اکبر بھی کیفیات سے پاک اور منزہ ہے۔

ہشتم :۔ کیونکہ جسم میں ہونے کے باوجود روح کا مقام متعین نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات باری بھی کسی مقام میں مقیم ہونے سے پاک ہے۔ اسے کہاں اور کیسے سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ جس طرح روح تمام جسم میں موجود ہے اور کوئی عضو اس سے خالی نہیں ہے۔ ایسے ہی حق سبحانہ و تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور کوئی جگہ اس سے خالی نہیں ہے اور وہ زمان و مکان سے پاک اور منزہ بھی ہے۔

نہم :۔ کیونکہ روح جسم میں ہونے کے باوجود آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی تمثیلی صورت اختیار کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ ذات حق کو بھی ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور نہ ہی وہ صورت و مظاہر اختیار کرتی ہے۔ اور وہ شمس و قمر سے بھی مشابہت نہیں رکھتی ہے۔

لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر
کوئی شے اس کی مثل نہیں اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

وہم :۔ جس طرح روح کو چھوا' چھیڑا اور پکڑا نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی ذات باری جسمانیت اور چھونے وچھیڑے جانے سے منزہ اور پاک ہے ۔۔۔ (۴۵)

امام المشائخ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ (متوفی ۵۳۵ھ) رقمطراز ہیں۔

جب حضرت شیخ ھرم بن حیان رحمتہ اللہ علیہ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا السلام علیکم! تو حضرت اویس قرنی نے جواب دیا : وعلیکم السلام اے ھرم ابن حیان!

حضرت ھرم رحمتہ اللہ علیہ آپ کے علو شان سے بیحد متاثر ہوئے اور بحالت گریہ عرض کی

اے اویس! آپ نے اس سے پہلے تو مجھے نہیں دیکھا' پھر مجھے کیسے پہچانا اور میرے والد کا نام کیسے جانا ؟

سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

جب تیرے بدن نے میرے بدن کو مخاطب کیا تو میری روح نے تیری روح کو پہچان لیا۔ کیونکہ اجسام کی طرح روحوں کے بھی حواس ہوتے ہیں ۔۔۔ (۴۶)

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

جسم اسلام کا خادم اور قلب ایمان کا ملازم ہے۔

حدیث پاک ہے

اتقوا فراسته المومن انه ینظر بنور اللّٰہ ۔۔۔ (۴۷)

ترجمہ :۔ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

جسم اور روح کے تعلق اور باہم وابستگی کے حوالے سے اگرچہ مذید بہت کچھ کہنے کی گنجائش موجود ہے لیکن ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس مضمون کو یوں سمیٹتے ہیں کہ انسانی شخصیت کی تمام خوبیاں اور خصوصیات بنیادی طور پر اس کے باطن سے تعلق رکھتی ہیں' اگر باطن کو فیضان ذکر الٰہی سے نکھار اور سنوار لیا جائے تو رذائل فضائل میں تبدیل ہو جاتے ہیں' نفرت محبت کا روپ دھار لیتی ہے۔ مختصر یہ کہ آدم زادے کے لئے اپنی منزل مقصود کا صحیح تعین' اس کی شناخت اور

پھر اس فانی زندگی میں اس منزل کے حصول کے لئے اپنی تمام تر روحانی و جسمانی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے جدوجہد کرنا بمنزلہ معراج ہے اور جادہ معرفت پر پڑنے والا اس کا ہر قدم اسے منزل مقصود کی سی لذت دے رہا ہوتا ہے۔

فائل --------------------------- SLS/SLS-2

حواشی

۱ تفسیر مظہری، جلد نمبر ۳ ص ۳۴۰ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ

۲ انوار محمدیہ، مطبوعہ اوکاڑہ مرتبہ حکیم محمد ابراہیم نقشبندی ص ۱۱۶

۳ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب نمبر ۱۱ مطبوعہ نور کمپنی لاہور

۴ کشف المحجوب ص ۴۵۱ (مترجم) علامہ ابو الحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ مطبوعہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور

۵ کشف المحجوب ص ۴۵۵ (مترجم) علامہ ابو الحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ

۶ تخریج احادیث کشف المحجوب ص ۳۲ دکتر خالق داد ملک تحقیق و تخریج مطبوعہ جامعہ پنجاب (اورینٹل کالج لاہور)

۷ کتاب الروح: ابن قیم الجوزیہ (مترجم) ص ۳۲۵ مطبوعہ معین الادب اردو بازار لاہور

۸ کتاب الروح ص ۱۲۵

۹ کتاب الروح ص ۱۳۲

۱۰ کتاب الروح ص ۱۲۹

۱۱ کتاب الروح ص ۲۹۴

۱۲ صحیح بخاری ۲: ۴۶۹ صحیح مسلم ۲: ۳۳۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی و دیگر کتب احادیث

۱۳ دعوت ارواح ص ۱۱ مولف محمد ارشد قادری، مولانا مطبوعہ المعارف لاہور

۱۴ سورۃ الشعراء ۲۶

۱۵ سورۃ الحج ۴۶

۱۶ سورۃ الحجرات ۳

۱۷ سورۃ البقرۃ ۹۸

۱۸ سورۃ ق ۳۷

۱۹ سورۃ البقرہ ۲۲۵

۲۰ سورۃ البقرہ ۷

۲۱ سورۃ البقرہ ۸۸

۲۲ سورۃ التطفیف ۱۴

۲۳ سورۃ الاعراف ۱۷۹

۲۴ سورۃ المجادلتہ ۲۲

۲۵ سورۃ الحج ۴۶

۲۶ الشعراء ۸۹

۲۷ سورۃ الرعد ۲۸

۲۸ دعوت الارواح ص ۱۱۴

۲۹ المائدۃ آیت ۴۱

۳۰ الجامع الصغیر للسیوطی ص ۲۲ جلد ثانی مطبوعہ بیروت رواہ ابن ماجہ عن ابی ھریرۃ و غیرہ من المحدثین

۳۱ دفتراول مکتوب ۱۰۵

۳۲ کتاب التعریفات ص ۸۲ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان

۳۳ کتاب التعریفات ص ۸۲

۳۴ حقیقت روح انسانی ص ۱۰ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی

۳۵ حقیقت روح انسانی ص ۱۲-۱۹

۳۶ بخاری و مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ صحیح بخاری ص ۴۶۸ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۷ حقیقت روح انسانی ص ۱۲-۱۹

۳۸ سورۃ مریم ۱۷

۳۹ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۸۲ دفتر اول

۴۰ مکتوب نمبر ۵۸ دفتر دوم

۴۱ تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۲۴۸ مطبوعہ کوئٹہ

۴۲ فیوض الحرمین ص ۱۱۶ مطبوعہ درالاشاعت کراچی

۴۳ التمھید فی بیان التوحید ص ۲۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پشاور

۴۴ ایضاً ص ۲۱۶

۴۵ الحاوی للفتاوی ص ۲۳۸ جلد ثانی مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور

۴۶ رتبتہ الحیات ص ۶۶ مطبوعہ ایران

۴۷ جامع الترمذی (کتاب التفسیر) ص ۴۴۷ طبع کراچی' الجامع الصغیر ص ۲۰۹ ج ۲' مختصر مقاصد الحسنہ ص ۵۲ مطبوعہ بیروت

☆ المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع: ملا علی قاری' مطبوعہ مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب ص ۱۸۹

☆ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: تخریج احادیث کشف المحجوب ص ۹۹ مطبوعہ جامعہ پنجاب (اورینٹل کالج) لاہور۔